سجاح اور مالک بن نویرہؓ

بنو تمیم کی اہمیت قبیلہ بنو تمیم کے مکانات جنوب کی جانب بنو عامر سے ذرا فاصلہ پر اور مدینہ کے مشرق میں واقع تھے جو خلیج فارس تک چلے گئے۔ شمال مشرق کی جانب میں دریائے فرات کے دہانہ سے ملے ہوئے تھے۔ عہد جاہلیت میں اور اس کے بعد آنحضرتؐ کے عہد میں بھی یہ قبیلہ بڑا معزز سمجھا جاتا تھا اور شجاعت و سخاوت کے اوصاف میں ممتاز تھا اس قبیلہ میں نامور شعراء بہادر اور فیاض طبع لوگ پیدا ہوئے اس قبیلہ کی شاخیں بنو حنظلہ

دارم، بنو مالک۔ بنو یربوع وہ ہیں جن کے کارناموں سے عربی ادب و تاریخ کی کتابیں بھری ہوئی ہیں۔

چونکہ یہ قبائل خلیج فارس اور فرات کے دہانہ سے قریب تھے اس بنا پر ارض عراق اور جزیرہ نمائے عرب دونوں کیساتھ ان کے تعلقات تھے اور ادھر ایران میں بھی ان کی آمد و رفت تھی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں سے اکثر لوگ نصرانیت کے زیر اثر آ گئے۔ یہ سب اسباب تھے جن کے باعث عرب میں جب بغاوت و ارتداد کا طوفان اٹھا تو بنو تمیم نے بھی اس میں نمایاں حصہ لیا۔

مالک بن نویرہ کی بغاوت: آنحضرت صلعم کی جب وفات ہوئی تو اس وقت آپ کے چند عمال بنو تمیم میں موجود تھے جو زکوٰۃ وصول کرنے کی غرض سے بھیجے گئے تھے[۱] انہیں میں مالک بن نویرہ تھا جو قبیلۂ بنو یربوع کا سردار تھا۔ آنحضرت صلعم کی خبر وفات ملنے پر ان عاملوں میں اختلاف ہوا کہ جو زکوٰۃ اور صدقات ان لوگوں نے جمع کر لئے تھے ان کا کیا کریں؟ ان کو حضرت ابوبکر کے پاس بھیجیں یا وہیں لوگوں میں تقسیم کر دیں۔ مالک بن نویرہ اس گروہ میں شامل تھا جو زکوٰۃ کو مدینہ بھیجنے کا مخالف تھا اس طرح اب وہ اسلام سے منحرف ہو کر اس کے مخالفوں کی صف میں شریک ہو گیا اور مسلمانوں کا کھلم کھلا دشمن بن گیا۔

سجاح کی آمد: یہ عمال آپس میں اختلاف کر ہی رہے تھے کہ اتنے میں سجاح بنت الحارث الجزیرہ سے جو عراق میں ہے اس شان سے یہاں پہونچ گئی کہ اس کے قبیلہ بنو تغلب کے لوگ اس کو گھیرے ہوئے تھے اور وہ ایک عظیم لشکر کی قیادت کر رہی تھی جس میں قبیلہ ربیعہ، نمر، آیاد اور شیبان کے آزمودہ کار لوگ شریک تھے۔ سجاح بنو تمیم کی شاخ بنو یربوع سے تعلق رکھتی تھی اور عراق کے بنو تغلب سے جنہوں نے مسیحیت کو اختیار کر لیا تھا اس کے ننھالی تعلقات تھے اس بنا پر ابتداءً یہ خود بھی مسیحی تھی اور اسلام کے ساتھ جو دشمنی یہود اور

[۱] طبری نے ان تمام عمال کے نام اور جن جن قبیلوں پر یہ مقرر کئے گئے تھے ان کے نام ذکر کئے ہیں یہ عمال آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد تین حصوں میں بٹ گئے تھے، ایک وہ جو اسلام کے سچے اور پکے حامی تھے اور انہوں نے اپنی جمع کردہ زکوٰۃ مدینہ بھیجی جیسے صفوان بن صفوان۔ دوسرے وہ جو متردد تھے جیسے زبرقان بن بدر تیسرے وہ جو کھلم کھلا مخالف ہو گئے مثلاً مالک بن نویرہ (ج ۲ ص ۴۹۵)

نصاریٰ کو بھی سجاح بھی اسلام کیساتھ وہی عداوت رکھتی تھی یہ کاہنہ تھی اور اسکی قابلیت۔ ذہانت اور ہوشیاری کی دلیل بھی کیا کم ہے کہ اس زمانہ میں عورت ہو کر عرب کے نامور قبیلوں کی قیادت کر رہی تھی۔

اسلام کیساتھ دشمنی کے باعث یہ موقع کی تلاش میں تو تھی ہی۔ آنحضرت صلعم کی خبر وفات سنتے ہی ایک لشکر لے مدینہ پر حملہ کے ارادہ سے چل پڑی۔ بعض مورخین کا خیال ہے اور غالباً صحیح ہے کہ سجاح کا یہ اقدام حکومت ایران اور عراق میں اس کے جو عمال تھے ان کے بھڑکانے اور جوش دلانے کا نتیجہ تھا۔ ورنہ خود اس کو اپنے بل بوتہ پر مدینہ پر حملہ کی جرأت نہیں ہو سکتی تھی۔

سجاح کی قبائل سے جنگ سجاح شمالِ عراق سے اتر کر جب جزیرہ نمائے عرب میں داخل ہوئی تو طبعی طور پر اس کو سب سے پہلے خود اپنے قبیلہ بنو تمیم کے پاس آنا چاہئے تھا۔ یہاں پہونچی تو دیکھا کہ آنحضرت صلعم کے عمالِ صدقات میں پھوٹ پڑی ہوئی ہے، اب اسے موقع اچھا مل گیا۔ اس نے مالک بن نویرہ کو جلد ہی اپنا ہم نوا بنا لیا۔ لیکن مالک بن نویرہ نے سجاح کو مشورہ دیا کہ وہ ابھی مدینہ پر حملہ کا ارادہ نہ کرے بلکہ بنو تمیم کے جو بعض قبیلے اب تک اسکی (سجاح کی) پیغمبری کا اقرار نہیں کر سکے ہیں اور اس کے مخالف ہیں۔ پہلے ان سے جنگ کی جائے۔ سجاح نے اس مشورہ کو فوراً قبول کر لیا۔ اس کے اصل قوتِ بازو دو ہی شخص تھے۔ ایک مالک بن نویرہ اور دوسرا وکیع جو تمیم کی ایک شاخ بنو حنظلہ کا سردار تھا۔ ان دونوں کے مشورے سے اب سجاح نے بنو تمیم کی مختلف شاخوں پر حملہ شروع کر دئیے جن میں قتل و قتال ہوا۔ دونوں طرف کے آدمی گرفتار ہوئے اور غلام بنائے گئے لیکن آخر میں صلح ہو گئی اور قیدیوں کا تبادلہ کر لیا گیا۔

یمامہ پر حملہ کا ارادہ یہاں سے فارغ ہو کر سجاح کے دل میں پھر مدینہ پر حملہ کرنے کا ولولہ اٹھا۔ لیکن مشکل یہ تھی کہ مالک بن نویرہ اور وکیع دونوں اپنے اپنے قبیلوں کو زبان دے چکے تھے کہ سجاح مدینہ جانے کے لئے اُن[۱] قبیلوں سے نہیں گزرے گی اس لئے جب اہل جزیرہ کے سردارانِ فوج نے اس سے آکر کہا کہ اب ہم کیا کریں۔ مالک اور وکیع تو

۱ ان قبیلوں کو دراصل مدینہ یا حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ ہمدردی نہیں تھی بلکہ اصل یہ ہے کہ (باقی آئندہ صفحہ پر)

ہماری کوئی مدد نہیں کریں گے اور ہم ان کے علاقوں میں گزر بھی نہیں سکتے ہیں تو اس نے پیغمبرانہ شان میں جواب دیا کہ "یمامہ کا رخ کرو۔ ان لوگوں نے کہا "یمامہ کا معاملہ تو بڑا مشکل ہے وہاں مسیلمہ کی طاقت بڑی مضبوط ہے۔ لیکن سجاح بولی "کوئی پرواہ کی بات نہیں ہے۔ یمامہ پر حملہ لازمی طور پر کرنا ہے۔ ؎۱

مسیلمہ اور سجاح کا نکاح

اب ادھر مسیلمہ کو خبر ہوئی تو سخت پریشان ہوا۔ اسکو اس بات کا اندیشہ تھا کہ اگر وہ سجاح سے جنگ کرنے میں مشغول ہو گیا تو مسلمانوں کا لشکر جو ثمامہ بن آثال یا شرحبیل بن حسنہ کی سرکردگی میں چلا آرہا تھا اس کو غلبہ حاصل ہو جائیگا یا جو قبائل اسکے اطراف واکناف میں آباد تھے ان کو سر اٹھانیکا موقع مل جائیگا۔ اس بنا پر اس نے یہ چال چلی کہ اس نے سجاح کے پاس ایک ہدیہ بھیجا اور اپنی جان کی امان طلب کرکے اس سے ملنے کی درخواست کی۔ سجاح نے درخواست منظور کر لی تو مسیلمہ بنو حنیفہ کے چالیس آدمیوں کو ہمراہ لیکر سجاح کے جائے قیام پر پہونچا۔ یہاں دونوں میں خلوت میں گفتگو ہوئی۔ دونوں ہی کاہن تھے اور پیغمبری کا دعویٰ کرتے تھے دونوں پر وحی نازل ہوتی تھی لیکن مسیلمہ بہرحال مرد تھا آخر وہ اس فتنہ کی پری کو شیشے میں اتار لینے میں کامیاب ہو گیا۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں میاں بیوی بن گئے" ؎۲

نکاح کے بعد مسیلمہ سجاح کو اپنی جائے قیام پر لے آیا۔ سجاح تین دن یہاں رہی پھر اپنی قوم میں واپس چلی گئی۔ مسیلمہ اور سجاح کے درمیان جو معاملات طے ہوئے تھے ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ یمامہ کی پیداوار سے جو کچھ آمدنی ہوگی اس کا نصف حصہ سجاح کو دیا جائیگا

(بقیہ صفحہ گزشتہ) چونکہ سجاح کے ساتھ الجزیرہ اور عراق کے لوگ تھے اسلئے ان قبیلوں کو اس بات کا اندیشہ تھا کہ اگر سجاح ان لوگوں کو لے کر ان قبائل میں سے گزرے گی تو اس سے ان کی آزادی اور خود مختاری خطرہ میں پڑ جائیگی۔

؎۱ سجاح نے اس وقت پیغمبرانہ انداز میں گویا کہ ابھی اس پر وحی نازل ہوئی ہے جو الفاظ کہے وہ یہ تھے علیکم بالیمامة ودفوا دفیف الحمامة فانها غزوة صرامة لا یلحقکم بعدها ملامة

؎۲ طبری نے اس موقعہ کے جو واردات اور مسیلمہ و سجاح کی جو باہمی گفتگو لکھی ہے اگرچہ عربی ادب ذات کے ایک محقق کو اس کا اعتبار کرنا بہت مشکل ہے نہایت فحش اور گندی ہے۔

سجاح ان معاملات کے انصرام و تعمیل کی غرض سے اپنے کارکن ہذیل عقہ اور زیاد کو یہاں چھوڑ کر الجزیرہ واپس لوٹ گئی۔ جہاں تک خلافتِ صدیقی کا تعلق ہے سجاح کے ڈرامہ کا یہ آخری سین ہے۔ کیونکہ پھر وہ عراق سے باہر نہیں نکلی۔ مورخین لکھتے ہیں کہ امیر معاویہ کے عہد حکومت میں مسلمان ہو گئی تھی لہ

بطاح میں حضرت خالد کا نزول

سجاح کے جزیرہ لوٹ جانے کے بعد بنو تمیم کے بعض امراء مثلاً وکیع اور سماعہ اپنی حرکت پر نادم ہوئے اور جب حضرت خالد حضرت ابوبکر کے حکم کے مطابق بزاخہ کی مہم سے فارغ ہو نکلے بعد بطاح پہونچے تو وکیع بن مالک سماعہ اور زبرقان اپنی اپنی زکوٰۃ لے کر حضرت خالد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے اپنے اسلام کا اعلان کیا ان کے برخلاف مالک بن نویرہ اب تک متردد تھا لیکن چونکہ اس کو حضرت خالد کے مقابلہ کی جرأت نہیں تھی اس بنا پر اس نے اپنے تمام ساتھیوں اور قبیلہ والوں کو منتشر کر کے ان کے گھروں کو واپس کر دیا حضرت خالد یہاں پہونچے تو مطلع صاف تھا۔ آپ نے مسلمانوں کی چند ٹولیاں (سریات) ادھر ادھر روانہ کیں اور تاکید کی کہ تم اسلام پیش کرو اور اذان دو جو لوگ اس دعوت کو قبول کر لیں اور اذان دیں نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کرنے کا بھی عہد کریں ان سے کچھ نہ کہو لیکن جو ایسا نہ کریں ان کو سزا دی جائے۔

مالک بن نویرہ کا قتل ایک ٹولی واپس ہوئی تو اپنے ساتھ مالک بن نویرہ اور چند اور لوگوں کو گرفتار کر تی لائی۔ یہ لوگ جو گرفتار کر کے لائے گئے تھے ان میں ابو قتادہ بھی تھے انہوں نے شہادت دی کہ قیدیوں نے اذان دی تھی اور نماز پڑھی تھی۔ لیکن بعض اور ارکان سریہ نے اس کی مخالفت کی۔ حضرت خالد نے اس اختلاف کے باعث قیدیوں کے متعلق اس وقت فیصلہ کرنا ملتوی کر دیا اور ان کو کسی جگہ محبوس کرنے کا حکم دیا لیکن رات ہی رات میں مالک بن نویرہ اور اس کے ساتھی قتل کر دیئے گئے اور حضرت خالد بن ولید نے

لہ طبری ج ۲ ص ۵۰۰

مالک بن نویرہ کی بیوی ام تمیم سے نکاح کر لیا۔ ابو قتادہ انصاری کو اس پر سخت برہمی ہوئی اور وہ میں حضرت خالد سے تیز کلامی کی لیکن انہوں نے اسی پر ہی بس نہیں کی بلکہ مدینہ پہونچکر انہوں نے اور مالک بن نویرہ کے بھائی متمم بن نویرہ نے ادلاً حضرت ابوبکر اور پھر حضرت عمر سے خالد بن الولید کی شکایت کی اور پورا واقعہ کہہ سنایا۔ حضرت ابوبکر کو سن کر صدمہ تو ہوا لیکن مصلحتِ وقت کے پیش نظر چپ ہو گئے۔ فاروقِ اعظم کو شدید غصہ تھا ان کی رائے ہوئی کہ خالد کو فوراً معزول کر دیا جائے۔ اور چونکہ ایک مسلمان کو عمداً قتل کر کے اس کی بیوی سے عدت وفات کے انقضاء سے قبل انہوں نے شادی کی ہے۔ اس لیے انہیں رجم کر دیا جائے۔ حضرت عمر کا اس پر جب اصرار زیادہ بڑھا تو حضرت ابوبکر نے آخر حضرت خالد کو مدینہ طلب کیا اور ان سے گفتگو کے بعد آپ کو جب یقین ہو گیا کہ اگر مالک نویرہ کا قتل بحالت اسلام ہوا بھی ہے تو بہر حال وہ قتل عمد نہیں۔ قتل خطا ہے تو آپ نے حضرت خالد کی طرف سے مالک کا خون بہا ادا کیا اور چونکہ مقام جنگ ابطاح اسے حضرت خالد کی غیر حاضری کے باعث حالات زیادہ بگڑ گئے تھے اس بنا پر فوراً ان کو واپس روانہ کر دیا۔

مالک بن نویرہ کے واقعۂ قتل پر ایک نظر

ارتداد سے تائب ہونیکے باوجود مالک بن نویرہ کا قتل اور پھر اس کے بعد ہی فوراً اس کی بیوی سے نکاح ان دونوں چیزوں نے جہاں خالد کی سیرت سے متعلق ایک پیچیدہ بحث پیدا کر دی ہے اس سے بظاہر حضرت ابوبکر پر بھی مداہنت اور جرم سے چشم پوشی کا اعتراض وارد ہوتا ہے۔ اس لئے ہم اس پر ذرا تفصیل سے بحث کرتے ہیں۔

واقعہ کی مختلف صورتیں۔ سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ واقعہ کی اصل صورت کیا تھی؟

(۱) اس سلسلہ میں ایک روایت جو طبری نے نقل کی ہے یہ ہے کہ مالک بن نویرہ اور اس کے ساتھیوں کے اسلام سے متعلق جب ارکانِ سریہ میں اختلاف ہو گیا تو حضرت خالد بن الولید نے خیال کیا کہ دوسرے دن فیصلہ کریں گے اور قیدیوں کے بارے میں حکم دیا کہ ان کو بند کر کے رکھا جائے۔ اتفاق سے اس رات سردی بہت زیادہ تھی۔

اسی لئے حضرت خالد کو قیدیوں کا خیال آیا تو آپ نے محافظین کو حکم دیا "ادفئوا اسراکم" عام لغت کے مطابق اس فقرہ سے حضرت خالد کی مراد یہ تھی کہ اپنے قیدیوں کو کچھ اڑھادو تاکہ سردی سے ان کی حفاظت ہوجائے لیکن جو لوگ پہرہ دے رہے تھے وہ ادفا کے اس معنی سے بے خبر تھے اس لئے انہوں نے بنو کنانہ کے لغت کے مطابق ادفا کے معنی قتل کے سمجھے اور اس بنا پر سب قیدیوں کو قتل کردیا۔ اب چیخ و پکار کا شور بلند ہوا تو حضرت خالد نے پوچھا "یہ کیا ہے؟" اور جب معلوم ہوا کہ قیدی قتل کردئے گئے ہیں تو انہیں افسوس تو ہوا۔ لیکن فرمایا "جو چیز مقدر ہوتی ہے وہ ہوکر رہتی ہے" [1]

(۲) طبری کی ہی ایک اور روایت یہ ہے کہ حضرت خالد نے یہ معلوم کرنیکی غرض سے کہ کونسی شہادت سچی ہے۔ مالک بن نویرہ کے اسلام کی یا اسکے اصرار علی الارتداد کی خود مالک بن نویرہ کو بلایا اور گفتگو شروع کردی۔ اثنائے گفتگو میں ایک مرتبہ مالک نے کہا "میرا خیال تو یہی ہے کہ تمہارے ساتھی (صاحبکم) یہ کہا کرتے تھے" "تمہارے ساتھی" کے لفظ سے آنحضرت صلعم کیطرف اشارہ تھا۔ حضرت خالد نے کہا "کیا تو ان کو (آنحضرت صلعم کو) اپنا صاحب نہیں سمجھتا" یہ کہا اور اس کی اور ان کے ساتھیوں کی گردنیں اڑادیں [2]

(۳) تیسری روایت ابن خلکان کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت خالد اور مالک بن نویرہ میں خوب گفتگو ہوئی اس کے سلسلہ میں مالک نے کہا "میں نماز پڑھتا ہوں۔ لیکن زکوٰۃ نہیں دیتا" حضرت خالد نے کہا "کیا تجھ کو معلوم نہیں ہے کہ نماز اور زکوٰۃ دونوں ہی فرض ہیں: اور ایک بغیر دوسرے کے مقبول نہیں ہے [3] اس پر مالک بن نویرہ نے آنحضرت صلعم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "قد کان صاحبک یقول ذالک" "آپ کے صاحب تو چنیں و چناں کہتے تھے۔ حضرت خالد کو یقین ہوگیا کہ یہ شخص ابھی تک مسلمان نہیں

---

[1] طبری ج ۲ ص ۵۰۲ [2] طبری ج ۲ ص ۵۰۳ [3] کسی کو غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے۔ مراد یہ ہے کہ نماز ہو یا زکوٰۃ دونوں ہی فرض ہیں اور جب تک کوئی شخص ان دونوں کی فرضیت کا قائل نہ ہو اس کی کوئی ایک عبادت خواہ وہ فقط نماز ہو یا فقط زکوٰۃ مقبول نہیں ہوگی

ہوا ہے۔ چنانچہ انہوں نے کہا "او ما تراہ لک صاحباً" کیا تو ان کو (آنحضرت صلعم کو) اپنا صاحب نہیں سمجھا۔ اس کے بعد فرمایا "میں تیری گردن اڑا دوں گا۔ اس پر دونوں میں مزید سخت کلامی ہوئی۔ مالک بن نویرہ "صاحبک" کا لفظ بار بار دہرائے جاتا تھا۔ آخر حضرت خالد نے حکم دیا۔ اور مالک بن نویرہ قتل کر دیا گیا ۱؎

(۴) چوتھی روایت یعقوبی کی ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر نے حضرت خالد کو لکھا کہ مالک بن نویرہ کا رُخ کریں چنانچہ وہ وہاں پہونچے۔ مالک بن نویرہ حضرت خالد کے بلانے پر آیا تو اس کی بیوی بھی ساتھ تھی خالد پر اس کی بیوی کا کچھ اثر ہوا اور انہوں نے کہا۔

واللہ لانلت ما فی مثابتک	جو تیرا ٹھکانہ ہے تو اس وقت تک نہیں پائیگا۔
حتیٰ اقتلک	جب تک میں تجھ کو قتل نہیں کر دوں گا۔

اس کے بعد مالک بن نویرہ سے مناظرہ کیا ۲؎ اور اس کی گردن اڑا دی اور پھر اس کی بیوی سے نکاح کیا ۳؎

(۵) پانچویں روایت یاقوت حموی کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت خالد کا دستہ جو ضرار بن الازور کی سرکردگی میں تھا اس کا مقابلہ مالک بن نویرہ کے دستہ سے ہوا۔ دونوں میں جنگ ہوئی اور ضرار نے مالک کو قتل کر دیا ۴؎

اگرچہ کتاب الاغانی لابی الفرج الاصفہانی اور بعض دوسری ادبی کتابوں میں یہ واقعہ ایک افسانۂ حسن و عشق بنا کر لکھا گیا ہے اور اس میں کافی رنگ آمیزی کی گئی ہے لیکن وہ سرتاسر بیہودہ اور لغو ہے تاریخی حیثیت سے واقعہ کی جو صورت بھی ہو مذکورۂ بالا چار صورتوں میں محدود ہے۔

واقعہ کی اصل صورت | اب ہمیں یہ بتانا چاہیئے کہ قرائن اور قیاس کی روشنی میں واقعہ کی اصل صورت کیا تھی؟

۱؎ ابن خلکان ج ۵ ص ۶۶ مطبوعہ مصر جدید اڈیشن ۲؎ اصل کتاب میں تنتظر ما نگا چھپا ہوا ہے لیکن ہمارے نزدیک یہ تصحیف ہے اصل لفظ مناظرہ ہوگا۔ اس کی تائید طبری وغیرہ کی روایات سے بھی ہوتی ہے۔
۳؎ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۴۸ ۴؎ معجم البلدان ج ۱ ص ۶۶۱ مطبوعہ لیپزگ۔

جہاں تک پہلی صورت کا تعلق ہے وہ کچھ زیادہ قابل اعتبار نظر نہیں آتی وجہ یہ ہے کہ ادفاء کے عام معنی ڈھانکنے چھپانے اور گرمی پہونچانا ہی ہیں، قرآن وحدیث میں یہ لفظ اسی معنی میں آیا ہے قتل کرنے کے معنی میں اس لفظ کا استعمال یا قتل سے اس کا کنایہ ہونا دور کا احتمال ہے۔ اس بنا پر جب قیدیوں کے محافظین کو اس لفظ کی حقیقی مراد میں شبہ ہوا تھا تو انکو حضرت خالد سے پوچھنا چاہئے تھا محض ایک دور کے احتمال و ایہام پر قتل کر دینا اور وہ بھی کسی معمولی شخص کو نہیں بلکہ مالک بن نویرہ ایسے اہم شخص کو اور پھر وہ بھی ایک جماعت کیساتھ کسی طرح قیاس میں نہیں آتا۔ اور اچھا! اگر ان لوگوں سے یہ حرکت عجلت میں ہو بھی گئی تھی تو حضرت خالد کو ان سے باز پرس کرنی چاہئے تھی صرف یہ کہدینا کہ "جو کچھ ہوتا ہے اللہ کے حکم سے ہوتا ہے" کافی نہیں ہے۔ اگر واقعہ کی دراصل صورت یہ ہی تھی تو حضرت خالد صاف طور پر معذور تھے پھر حضرت عمرؓ کا اس قدر غضب ناک ہونا اور حضرت ابو بکرؓ کا اس کے جواب میں "فَاَوَّلَ فَاَخْطَاَ" "خالد نے تاویل کا اور ان سے خطا ہو گئی" فرمانا کوئی معنی ہی نہیں رکھتا۔ اور اگر ان سب باتوں کی بھی کوئی توجیہ کر لی جائے تو حضرت خالد نے مالک کی بیوی سے جو فوراً نکاح کیا ہے درانحالیکہ وہ مسلمان تھا اس کی کیا توجیہ ہوگی۔

باقی رہیں اب تین صورتیں تو وہ تقریباً ایک ہی متن کی مختلف شرحیں معلوم ہوتی ہیں لیکن نمبر ۲ اور نمبر ۳ اتنی واضح اور صاف نہیں ہیں جتنی کہ نمبر ۴ یعنی ابن خلکان کی روایت ہے۔ اس بنا پر ہمارے نزدیک اسی کو اصل سمجھنا چاہئے۔

مالک بن نویرہ کا مختصر حال واقعہ کی اس صورت کے متعین ہو جانے کے بعد اب یہ سنئے کہ مالک بن نویرہ کے حالات کیا ہیں؟

مالک بن نویرہ بنو تمیم کی شاخ بنو یربوع کا سردار تھا کنیت ابو حنظلہ تھی عرب کے مشہور شعراء اور شہسواروں میں اس کا شمار ہوتا ہے، یہ مسلمان کب ہوا؟ اس کی صحیح تاریخ کا متعین کرنا مشکل ہے۔ غالباً ۸ھ یا ۹ھ ہجری میں ہوا ہوگا۔ جب کہ بنو تمیم کا ایک وفد خدمت نبوی میں حاضر ہوا تھا۔ بہر حال اتنا معلوم ہے کہ آنحضرت صلعم نے اسکو اپنی قوم کے صدقات کے جمع کرنے پر عامل مقرر فرمایا تھا۔ آنحضرت صلعم کی وفات کی خبر پہونچی تو

اس نے زکوٰۃ روک لی اور اس کو مدینہ بھیجنے کے بجائے اپنی قوم میں تقسیم کر دیا اور اس نے یہ شعر پڑھے۔

فقلت خذوا اموالکم غیر خائف ولا ناظر فیما یجیئ من الغد

فان قام بالدین المخوف قائم اطعنا وقلنا الدین دین محمد [۱]

اب اس وقت سے لیکر قتل ہونے تک مالک بن نویرہ نے جو کارنامے انجام دیئے ہیں جیسا کہ طبری کے حوالہ سے ہم پہلے لکھ چکے ہیں وہ یہ ہیں:

(۱) مالک بن نویرہ نے صرف یہ ہی نہیں کیا کہ اس نے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا ہو بلکہ جب سجاح عراق سے چل کر مدینہ پر حملہ کے ارادہ سے یہاں پہونچی تو مالک بن نویرہ نے اس سے سازباز کر لی اور اس جھوٹی مدعیہ نبوت کا وہ دست راست بن گیا۔

(۲) سجاح کو آمادہ کیا کہ بنو تمیم کی بعض شاخیں جواب تک اپنے اسلام پر قائم تھیں ان پر وہ حملہ کرے، چنانچہ سجاح نے ایسا کیا اور مالک بن نویرہ نے اس معاملہ میں اسکی ہر قسم کی مدد کی۔

(۳) سجاح کے عراق چلے جانے کے بعد زبرقان، وکیع بن مالک اور سماعۃ جو آنحضرت صلعم کی خبر وفات سنکر متردد یا مخالف ہو گئے تھے ان کو اپنی غلطی کا احساس ہوا چنانچہ حضرت خالد بزاخہ سے مقام بطاح میں پہونچے تو ان لوگوں نے حضرت خالد کا استقبال کیا اور اپنے جمع کئے ہوئے صدقات ان کے حوالہ کر دیئے لیکن مالک بن نویرہ کو اب بھی ہوش نہیں آیا اور وہ اپنے لوگوں کو لیکر اپنے قبیلہ میں چلا گیا [۲]

(۴) حضرت خالد نے جو جماعت (سریہ) ان لوگوں کے تعاقب میں روانہ کی تھی اس سے تاکیداً کہا تھا کہ اگر یہ لوگ نماز کے ساتھ زکوٰۃ کے ادا کرنے کے لئے بھی جامی

---

[۱] الاصابہ ج ۳ ص ۳۳۶ اصل کتاب میں المحوق چھپا ہوا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے۔

[۲] ابن اثیر کے الفاظ یہ ہیں۔ وعرف وکیع وسماعۃ قبح ما اتیا فراجعا رجوعاً حسناً ولم یتجبرا واخرجا الصدقات فاستقبلا بہا خالداً وسار خالد یرید البطاح وبہا مالک بن نویرۃ قد تردد علیہ امرہ۔ التاریخ الکامل ج ۲ ص ۲۷۲۔

بھر لیں تو پھر ان سے کوئی تعرض نہ کیا جائے۔ [1]

حضرت خالد کے اس صاف و صریح حکم کے باوجود اس سریہ کا مالک بن نویرہ کو گرفتار کر کے لانا خود اس بات کی دلیل ہے کہ مالک بن نویرہ نے اس جماعت کیسامنے ادائے زکوٰۃ کی حامی نہیں بھری تھی۔

(۵) مالک بن نویرہ کے واقعہ قتل سے متعلق طبری اور ابن خلکان کے حوالے سے جو درد روایتیں اوپر گزر چکی ہیں اُن میں صاف تصریح ہے کہ حضرت خالد اور مالک بن نویرہ میں جو گفتگو ہوئی ہے اس میں مالک بن نویرہ نے ادائے زکوٰۃ کا اقرار نہیں کیا اور وہ اپنے انکار پر برابر مصر رہا۔ اس کے علاوہ اس نے آنحضرت صلعم کیلئے صاحبکم کی ترکیب استعمال کی۔

اب غور کرو مالک بن نویرہ کے اس تجزیہ حالات سے کیا کسی درجہ میں بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنے ارتداد سے تائب ہو کر پھر مسلمان ہو گیا تھا؟

مالک بن نویرہ کے اسلام کی شہادت

یہ حالات تو خود مالک بن نویرہ کے تھے۔ اب ہم کو اُس شہادت پر بھی ایک نظر ڈالنی چاہئے جو اس کے اسلام سے متعلق تاریخ سے فراہم ہو سکتی ہو یہ عجیب بات ہے کہ اگرچہ مالک بن نویرہ کو گرفتار کر کے لانیوالی جماعت میں دو چار نہیں بلکہ کافی تعداد میں مسلمان ہونگے لیکن اس کے باوجود مالک بن نویرہ کے اسلام کی شہادت صرف دو شخصوں سے ہی منقول ہے۔ ایک متمم بن نویرہ جو خود مالک بن نویرہ کے حقیقی بھائی تھے اور ان کو اپنے اس بھائی سے کس درجہ محبت تھی وہ ان کے اُن مراثی سے ظاہر ہے جو خنسا کے مراثی کی طرح عرب کی تاریخ مرثیہ گوئی میں شاہکار کی حیثیت رکھتے ہیں اور دوسرے شخص ابو قتادہ انصاری ہیں، اس میں شبہ نہیں کہ موخر الذکر ایک جلیل القدر صحابی اور انصاری ہیں اس بناء پر ہم انکی طرف جھوٹ اور دروغ گوئی کی نسبت نہیں کر سکتے لیکن اس سلسلہ میں بہر حال مندرجہ ذیل باتوں کو ذہن میں رکھنا چاہئے۔

---

[1] طبری ج ۲ ص ۵۰۲

(۱) حضرت ابو قتادہ نے جو شہادت مالک بن نویرہ اور اس کے ساتھیوں کے اسلام کی دی ہے اِس میں ادائے زکوٰۃ کے اقرار کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ بلکہ صرف اسقدر ہے کہ انھوں نے اقاموا الصلوٰۃ۔ ان لوگوں نے نماز پڑھی تھی [1]

(۲) حافظ ابن حجر نے اقامتِ صلوٰۃ کے علاوہ اذان کا بھی ذکر کیا ہے لیکن زکوٰۃ کا وہاں بھی نام نہیں [2]

حضرت خالد جب بزاخہ کی مہم سے فارغ ہو کر بطاح کے قصد سے روانہ ہونے لگے ہیں تو انصار نے ساتھ جانے سے انکار کیا اور کہا کہ اس بارہ میں خلیفہ کا ہمارے پاس کوئی حکم نہیں ہے۔ ہر چند حضرت خالد نے سمجھایا کہ میرے پاس حکم موجود ہے اور میں امیر بھی ہوں۔ لیکن نہ مانے۔ آخر جب خالد ان کو پیچھے چھوڑ کر کافی دور نکل گئے تو ان کو خیال ہوا کہ اگر اسلامی لشکر کو کامیابی ہوئی تو ہم اس میں حصہ دار بننے سے محروم رہیں گے اور اگر ناکامی ہوئی اور مسلمانوں کو نقصان پہونچا تو لوگ ہمیں کو برا بھلا کہیں گے اب ان کو ندامت محسوس ہوئی اور وہ حضرت خالد کے لشکر میں جا کر شریک ہوئے۔ [3]

اگرچہ اس واقعہ کو نقل کرنے سے ہمارا مقصد یہ ثابت کرنا نہیں ہے کہ چونکہ حضرت ابو قتادہ بھی انصاری تھے اس بنا پر ان کو پہلے سے ہی حضرت خالد کے ساتھ اختلاف تھا اور وہ یہاں (مقامِ بطاح) میں آنے کیلئے تیار نہیں تھے۔ تاہم اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ اس قسم کے جزئی واقعات کو قانون شہادت کی رو سے کسی واقعہ کی اصل نوعیت کے متعین کرنے میں بڑا دخل ہوتا ہے۔ واقعہ زیر بحث میں اگرچہ حضرت ابو بکر نے حضرت خالد کا عذر قبول فرمالیا اور پھر دوبارہ مسیلمہ سے جنگ کرنے کی غرض سے ان کو اس عہدہ پر بحال کر دیا لیکن حضرت ابو قتادہ کے دل میں حضرت خالد کی طرف سے جو تکدر پیدا ہو گیا تھا وہ پھر بھی نہ نکلا اور انھوں نے قسم کھائی کہ اب وہ آئندہ کبھی خالد کے جھنڈے کے نیچے نہیں چلیں گے یعنی ان کی سرداری میں کسی جنگ میں شریک نہیں ہوں گے [4]

اب نفسیات کے کسی طالب علم سے دریافت کرو حضرت ابو قتادہ کا یہ رویہ کس چیز

---

[1] البدایۃ والنہایۃ ج ۶ ص ۳۲۲
[2] الاصابہ ج ۳ ص ۳۳۷
[3] کامل ابن اثیر ج ۲ ص ۲۷۲
[4] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۴۸

کی غمازی کر رہا ہے۔

اور یہ ہم نے جو کچھ لکھا ہے اس سے یہ بات بالکل صاف ہو جاتی ہے کہ اگر واقعی مالک بن نویرہ قتل سے پہلے ارتداد سے تائب ہو کر سچا اور پکا مسلمان بن بھی گیا تھا تو بے شبہ آخرت میں اس کا اس کو اجر ملے گا۔ اور یہ معاملہ خود اس کے اور خدا کے درمیان ہے لیکن جہانتک واقعات کی ترتیب اور انکی تحقیق و تنقید کا تعلق ہے تو کوئی شبہ نہیں کہ حضرت خالد پر ایک مسلمان کے قتل عمد کا کوئی الزام عائد نہیں ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ حضرت خالد کی رائے اور یقین میں اپنے ارتداد پر بدستور قائم تھا اور مسلمان نہیں ہوا تھا چنانچہ حضرت ابوبکر سے حضرت خالد نے کہا تھا کہ مالک جب اثنائے گفتگو میں رسول اللہ صلعم کا ذکر کرتا تھا تو آپ کیلئے "صاحبکم" کی ترکیب استعمال کرتا تھا [1] حضرت ابوبکر نے خالد کے اس عذر کو قبول فرمالیا تو اسکے صاف معنی یہ ہیں کہ حضرت ابوبکر نے بھی مالک بن نویرہ کے عدم اسلام و قیام علی الارتداد کو تسلیم کر لیا تھا۔ ورنہ جیسا کہ حضرت ابوبکر کے الفاظ تاول فاخطأ سے متبادر ہوتا ہے۔ اگر واقعہ یہی ہے کہ حضرت خالد کو غلط فہمی ہوئی تھی اور اس بنا پر انھوں نے ایک مسلمان کو قائم علی الارتداد سمجھ لیا تھا تو اگرچہ حضرت خالد ایک مسلمان کے قتل عمد سے بری ہو جاتے ہیں بہرحال ان کا مالک کی بیوی سے اس کی عدتِ وفات کے انقضا سے قبل نکاح کر لینا تو کسی طرح بھی جائز اور درست نہیں ہو سکتا۔ اور اس بنا پر ضروری تھا کہ اول تو حضرت خالد اس عورت سے خود قطع تعلق کر لیتے اور اگر خود نہ کرتے تو کم از کم حضرت ابوبکر کو حکم کرنا چاہئے تھا کہ وہ تعلق منقطع کر دیں کیونکہ سرے سے نکاح ہی فاسد تھا۔

حافظ ابن حجر نے زبیر بن بکار کی روایت سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابوبکر نے خالد بن الولید کو حکم کیا تھا کہ وہ مالک کی بیوی سے مفارقت اختیار کر لیں [2] ممکن ہے یہ روایت صحیح ہو اور حضرت ابوبکر نے واقعی حضرت خالد سے ایسا کہا ہو۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ حضرت خالد نے ام تمیم سے تعلق منقطع نہیں کیا۔ چنانچہ خالد کی بنو حنیفہ کے ساتھ جو جنگ ہوئی ہے اس موقع پر ام تمیم حضرت خالد کے ساتھ موجود تھی اور حضرت خالد نے ایک خیمہ میں اسکی

[1] الاصابہ ج ۳ ص ۳۳۷

[2] الاصابہ ج ۳ ص ۳۳۷

کی حفاظت پر مقرر کر رکھا تھا ۔[1] اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ شرعاً حضرت خالد کا نکاح ام تمیم کیساتھ درست تھا۔ اسی بناپر نہ حضرت خالد نے اس سے از خود مفارقت اختیار کی اور نہ انہوں نے اس بارہ میں حضرت ابوبکر کے حکم یا مشورہ کی پرواہ کی۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ واقعی حضرت ابوبکر نے اس بارہ میں حکم دیا تھا۔

ایک اشکال اور اس کا جواب اس موقع پر بعض مورخین کو اشکال پیش آیا ہے کہ اچھا ہم نے مانا کہ مالک بن نویرہ نے ارتداد سے توبہ نہیں کی تھی لیکن وجہ کیا ہے کہ جنگ بزاخہ کے موقع پر اپنے اپنے قبیلہ کے بڑے بڑے سردار قرۃ بن ہبیرہ۔ الفجاءۃ السلمی ابو شجرہ اور عیینۃ بن حصن الفزاری جیسے لوگ گرفتار ہوئے تو حضرت خالد نے ان کو سیدھا مدینہ بھیجدیا تھا اور خود ان کی نسبت کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا۔ پھر مالک بن نویرہ کے بارے میں بھی ایسا کیوں نہیں کیا جب کہ وہ مرتبہ اور حیثیت میں ان لوگوں سے کسی طرح کم اور جرم کے اعتبار سے کسی طرح بڑھا ہوا نہیں تھا ۔[2]

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ دراصل حضرت ابوبکر اس قسم کے معاملات میں اپنے اعیان لشکر اور امرائے فوج پر پورا اعتماد کرتے اور انہیں کو وسیع اختیارات دیتے تھے چنانچہ قعقاع بن عمرو کو ایک جماعت کے ساتھ علقمہ بن علاثہ کو اسکے ارتداد و بغاوت کی سزا دینے کیلئے روانہ کیا تو آپ نے فرمایا "علقمہ تمہارے ہاتھ پڑ جائے تو تمہیں اختیار ہے اس کو میرے پاس بھیجو یا تم خود قتل کر دو اسکے بعد آپنے یہ نہایت ہی حکیمانہ جملہ ارشاد فرمایا۔

واعلموا ان شفاء النفس الخوض	اور یاد رکھو کہ نفس کی شفا کسی کام کو خوب
فاصنع ما عندک ۔[3]	اچھی طرح کرنے میں ہے۔ اسلئے جو تمکو مناسب معلوم ہو کرنا

اس عام پالیسی کے ماتحت اسی طرح کے اختیارات حضرت ابوبکر نے حضرت خالد بن الولید کو بھی دے رکھے تھے کہ جس مجرم کے حق میں وہ جو چاہیں اپنی صواب دید کے مطابق فیصلہ کریں

[1] کامل ابن اثیر ج ۲ ص ۲۷۶ اس جنگ کا مفصل تذکرہ آگے آئے گا۔
[2] الصدیق ابوبکر از محمد حسین ہیکل مصر ص ۱۵۶ [3] طبری ج ۲ ص ۴۹۰

حضرت خالد کے نام ایک مکتوب گرامی میں ارشاد فرماتے ہیں۔

ليزدك مما انعم الله به عليك خيرًا واتق الله في امرك فان الله مع الذين اتقوا والذين هم محسنون جد في امر الله ولا تنين ولا تظفرن باحد قتل المسلمين الا قتلته ونكلت به غيره ومن احببت ممن حادّ الله او ضادّه ممن ترى ان في ذالك صلاحًا فاقتله [1]

اللہ نے تم کو جو نعمتیں خیر کی دے رکھی ہیں ان میں اور اضافہ ہو تم اپنے معاملات میں اللہ سے برابر ڈرتے رہو۔ کیونکہ اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ جو متقی ہوتے ہیں اور جو نیک ہوتے ہیں تم اللہ کے معاملات میں پوری سعی کرو سستی نہ دکھاؤ اور جن لوگوں نے مسلمانوں کو قتل کیا ہے ان میں سے اگر کوئی تمہارے ہاتھ لگ جائے تو اسکو قتل کر دو اور اس طرح دوسروں کو سبق دو۔ اور انکے علاوہ جن لوگوں نے اللہ سے انحراف یا بغاوت کی ہے اگر تمہاری رائے میں انکو قتل کر دینا مناسب ہو تو قتل کر دو۔

بلکہ جہاں تک مالک بن نویرہ کا تعلق ہے ایک روایت یہ بھی ہے کہ خود حضرت ابوبکرؓ نے حضرت خالد سے قسم کی تھی کہ اگر مالک بن نویرہ ہاتھ پڑ جائے تو اسکو بلا تامل قتل کر دیں، اصل الفاظ یہ ہیں۔ وعزم عليه ليقتلن مالكًا ان اخذه [2]

مذکورۂ بالا تقریر سے یہ بات صاف طور پر معلوم ہو جاتی ہے کہ مالک بن نویرہ قتل کے وقت مرتد تھا اس نے اسلام قبول نہیں کیا تھا حضرت خالد نے اسی وجہ سے ان اختیارات کے ماتحت جو حضرت ابوبکر نے ان کو دے تھے مالک کو قتل کیا اور وہ اس میں حق بجانب تھے، مالک کے بھائی متمم بن نویرہ کا قصہ ہے کہ ایک مرتبہ وہ حضرت عمرؓ کے

[1] طبری ج ۳ ص ۱۹۱ [2] ابو ریاش احمد بن ابی ہاشم القیسی نے خاص حضرت خالد اور مالک بن نویرہ کے واقعہ پر ایک مستقل رسالہ لکھا تھا۔ شیخ عبد القادر بن عمر البغدادی نے اپنی مشہور کتاب خزانة الادب علی شواهد شرح الكافيه میں اس رسالہ کا ایک اقتباس نقل کیا ہے۔ یہ جملہ اسی اقتباس میں ہے دیکھو خزانۃ الادب ج ۱ ص ۲۳۷ مطبوعہ میریہ بولاق۔

حضرت خالد کے نام ایک مکتوب گرامی میں ارشاد فرماتے ہیں:

لیزدادک مما انعم اللہ بہ علیک خیراً واتق اللہ فی امرک فان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون جد فی امر اللہ ولا تنین ولا تظفرن باحد قتل المسلمین الا قتلتہ و نکلت بہ غیرہ ومن احببت ممن حاد اللہ او ضادہ ممن تری ان فی ذالک صلاحاً فاقتلہ [1]	اللہ نے تم کو جو نعمتیں خیر کی دے رکھی ہیں ان میں اور اضافہ ہو تم اپنے معاملات میں اللہ سے برابر ڈرتے رہو۔ کیونکہ اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ جو متقی ہوتے ہیں اور جو نیک ہوتے ہیں تم اللہ کے معاملات میں پوری سعی کرو سستی نہ دکھاؤ اور جن لوگوں نے مسلمانوں کو قتل کیا ہے ان میں سے اگر کوئی تمہارے ہاتھ لگ جائے تو اسکو قتل کر دو اور اس طرح دوسروں کو سبق دو۔ اور انکے علاوہ جن لوگوں نے اللہ سے انحراف یا عداوت کی ہے اگر تمہاری رائے میں انکو قتل کر دینا مناسب ہو تو قتل کر دو۔

بلکہ جہاں تک مالک بن نویرہ کا تعلق ہے ایک روایت یہ بھی ہے کہ خود حضرت ابوبکر نے حضرت خالد سے قسم کی تھی کہ اگر مالک بن نویرہ ہاتھ پڑ جائے تو اسکو بلا تامل قتل کر دیں، اصل الفاظ یہ ہیں: وعزم علیہ لیقتلن مالکا ان اخذہ [2]

مذکورۂ بالا تقریر سے یہ بات صاف طور پر معلوم ہو جاتی ہے کہ مالک بن نویرہ قتل کے وقت مرتد تھا اس نے اسلام قبول نہیں کیا تھا حضرت خالد نے اسی وجہ سے ان اختیارات کے ماتحت جو حضرت ابوبکر نے ان کو دے تھے مالک کو قتل کیا اور وہ اس میں حق بجانب تھے، مالک کے بھائی متمم بن نویرہ کا قصہ ہے کہ ایک مرتبہ وہ حضرت عمر کے

[1] طبری ج ۲ ص ۱۹۱۴ [2] ابو ریاش احمد بن ابی ہاشم القیسی نے خاص حضرت خالد اور مالک بن نویرہ کے واقعہ پر ایک مستقل رسالہ لکھا تھا۔ شیخ عبد القادر بن عمر البغدادی نے اپنی مشہور کتاب خزانۃ الادب علی شواھد شرح الکافیہ میں اس رسالہ کا ایک اقتباس نقل کیا ہے۔ یہ جملہ اسی اقتباس میں ہے دیکھو خزانۃ الادب ج ۱ ص ۲۳۷ مطبوعہ میریہ بولاق۔

پاس آیا اور اس نے بھائی کا جو مرثیہ لکھا تھا سنایا تو فاروق اعظم پر اس کا بڑا اثر ہوا اور فرمایا کہ اگر میں بھی شاعر ہوتا تو اپنے بھائی زید کا مرثیہ کہتا۔ متمم بن نویرہ بولا اے امیر المومنین دو نوں برابر نہیں ہیں۔ اگر میرا بھائی بھی اسی طرح قتل ہوتا جیسا کہ آپ کا بھائی ہوا ہے تو میں کبھی اپنے بھائی کا مرثیہ کہتا ہی نہیں حضرت عمر نے یہ سنکر فرمایا جیسی تعزیت آج متمم بن نویرہ نے میری کی ہے ایسی آجتک کسی نے کی ہی نہیں۔

علامہ ابن شاکر المتوفی ۷۶۴ھ اس واقعہ سے استدلال کرتے ہیں کہ مالک بن نویرہ خود اس کے بھائی متمم کے نزدیک بھی مرتد قتل ہوا تھا اور حضرت عمر سے اس نے جو کچھ کہا اسکا مطلب یہ تھا کہ میں تو اپنے بھائی کو اس لئے روتا ہوں کہ وہ اسلام پر نہیں مارا گیا اس کا انجام خراب ہوا۔ لیکن آپ کے بھائی زید تو اسلام کی طرف سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے ہیں حق کی راہ میں مارے گئے ہیں انکے مراتب اور مدارج تو اللہ کے ہاں بہت بلند ہیں۔ تو پھر ان کے ماتم کی کیا ضرورت ہے [1]

ام تمیم سے نکاح اس واقعہ میں حضرت خالد نے صرف ایک مالک بن نویرہ کو ہی تو قتل نہیں کیا تھا بلکہ اس کے جتنے ساتھی تھے وہ بھی قتل کر دئیے گئے تھے لیکن اسکے باوجود حضرت خالد کے خلاف جو شورش ہوئی اس کی بنیاد مالک بن نویرہ ہی کا قتل تھا۔ اس سلسلہ میں کسی اور مقتول کا نام نہیں لیا جاتا۔ اس کی وجہ درحقیقت ایک تو یہ ہے کہ حضرت خالد نے مالک بن نویرہ کی بیوی ام تمیم بنت منہال سے اسی روز نکاح کر لیا اور اسکی وجہ سے لوگوں کو موقع مل گیا کہ وہ اس نکاح کو قتل مالک کا سبب قرار دیں [2] اور دوسری وجہ خود متمم بن نویرہ تھا چنانچہ حضرت عائشہ نے بھی اپنے بھائی عبدالرحمن بن ابی بکر کی شہادت پر یہی شعر بطور مرثیہ پڑھے ہیں اور صحیح بخاری میں درج ہیں۔

---

[1] فوات الوفیات جز ۲ ص ۲۹۶ مطبوعہ مکتبۃ النہضۃ المصریہ [2] چنانچہ اغانی وغیرہ میں لکھ ہی دیا کہ حضرت خالد تو اس عورت سے زمانۂ جاہلیت سے محبت کرتے تھے حالانکہ جو شخص عربوں کے اخلاق سے واقف ہے وہ جانتا ہے کہ محض بیوی حاصل کرنے کے لئے اسکے شوہر کو قتل کرنا انکے ہاں حد درجہ بزدلانہ اور غیر شریفانہ فعل سمجھا جاتا تھا تو پھر عرب بھی خالد بن ولید ایسا بہادر شخص اس بزدلی کا کیونکر مرتکب ہو سکتا تھا۔

جہاں تک دوسری وجہ کا تعلق ہے تو ظاہر ہے یہ شعر کی کرشمہ سازیاں ہیں جن سے تاریخ ادب کے صفحات بھرے ہوئے ہیں حضرت خالد پر اسکی ذمہ داری کیونکر عائد ہو سکتی ہے

رہی پہلی وجہ تو ہمارے خیال میں اصل صورت یہ پیش آئی ہے کہ حضرت خالد نے پہلے ام تمیم کو باندی بنایا ہوگا۔ اور یہ ثابت ہی ہے کہ گرفتار شدہ لوگ "سبایا" بنائے گئے تھے جنکو بعد میں متمم بن نویرہ کی درخواست پر حضرت ابوبکر کے حکم سے آزاد کر دیا گیا تھا۔ لیکن ام تمیم نے فوراً ہی اسلام قبول کر لیا ہو گا تو اب حضرت خالد نے اس سے نکاح کر لیا معترضین کہتے ہیں کہ حضرت خالد اس کو دیکھ کر عاشق ہو گئے تھے اس لئے نکاح کیا۔ ممکن ہے یہ صحیح ہو لیکن جب نکاح شرعاً درست تھا اور مالک بر بنائے ارتداد قتل ہوا تھا تو اس میں شرع یا اخلاق کسی اعتبار سے کیا قباحت ہے یہ تو اس وقت ہے جب کہ معترضین کی بات کو صحیح مان لیا جائے۔ ورنہ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ام تمیم چونکہ ایک عالی مرتبت اور معزز شخص کی بیوی تھی اور اب وہ بیوہ ہو گئی اسلئے حضرت خالد نے اس کی تسلی اور دلدہی کیلئے اس سے نکاح کیا تھا۔ رہا قتل کے بعد فوراً نکاح کرنا! تو ہمارے خیال میں راوی کو اس میں شبہ ہوا ہے۔ کیونکہ طبری کے الفاظ یہ ہیں۔

وتزوج خالدؓ ام تمیم ابنة المنهال — خالد نے ام تمیم سے نکاح کیا اور پھر اسکو چھوڑ دیا
وترکها لینقضی طهرها (ج ۳ ص ۲۴۳) — تاکہ اسکی مدت طہر پوری ہو جائے۔

غالباً مالک کے قتل کے بعد حضرت خالد ام تمیم کو بطور سبی اپنے خیمہ میں لے گئے ہونگے اور پھر اسکے مسلمان ہو جانے پر کچھ دنوں کے بعد اس سے نکاح کیا ہوگا۔ اسکو راوی نے اسطرح بیان کر دیا

یاد رکھنا چاہئے کہ یہ صرف ہمارا قیاس نہیں ہے بلکہ اسکی ایک اصل بھی موجود ہے ابو زید وثیمہ بن الوشاء المتوفی ۲۳۷ھ تیسری صدی کے ایک بلند پایہ مورخ ہیں انہوں نے حضرت ابوبکر کے عہد میں فتنہ ارتداد کا جو طوفان اٹھا تھا خاص اسی موضوع پر ایک مستقل کتاب "کتاب الردہ" کے نام سے لکھی تھی۔ یہ کتاب اب ناپید ہے لیکن یہ کس پایہ کی کتاب تھی اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حافظ ابن حجر نے اصابہ میں جگہ جگہ اسکے حوالے دئیے ہیں اور اسکے اقتباسات نقل کئے ہیں چنانچہ اصابہ کے انہیں

اقتباسات کو ایک جرمن فاضل نے یک جا مرتب کر کے کتاب الردہ کے نام سے شائع کر دیا ہے۔ ابوزید وثیمہ کا تذکرہ وفیات الاعیان اور فوات الوفیات دونوں میں ہے اسکے علاوہ محمد بن عمر الواقدی نے بھی اسی موضوع پر اور اسی نام سے ایک کتاب لکھی تھی جس کا ایک نسخہ ابتدائی اور اسکے مطابق اصلاح کرنی ضروری ہے۔ پٹنہ میں موجود ہے ابن شاکر نے متمم بن نویرہ کے تذکرہ میں وثیمہ اور واقدی ان دونوں کی مذکورۂ بالا کتابوں کے حوالے سے حضرت خالد اور مالک بن نویرہ کا جو واقعہ نقل کیا ہے اس میں حضرت خالد اور ام تمیم کے نکاح کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

قیل انه اشتراها من الفیٔ وتزوج بها وقیل انها اعتدت بثلاث حیض ثم خطبها الی نفسه فاجابته[۱]	کہا جاتا ہے کہ خالد نے ام تمیم کو مال غنیمت میں سے خریدا تھا اور پھر اس کے ساتھ نکاح کر لیا تھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ام تمیم نے تین حیض کی عدت گزاری تھی اور اس کے بعد خالد نے اس کو اپنا پیغام نکاح دیا اور ام تمیم نے اس کو قبول کر لیا

کوئی کہہ سکتا ہے کہ اچھا جب بات یہی تھی تو پھر حضرت عمر نے حضرت خالد کے رجم کر دینے کا مطالبہ کیوں کیا، تو اسکے جواب میں ہم ایک روایت پیش کرتے ہیں جس سے یہ مسئلہ بالکل واضح ہو جائیگا۔ حافظ ابن حجر نے ضرار بن الازور الاسدی کے تذکرہ میں الاصابہ میں ایک روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق کے عہد خلافت میں حضرت خالد نے ضرار بن الازور کے ماتحت بنواسد کیطرف ایک دستہ (سریہ) روانہ کیا۔ اس دستہ نے بنواسد پر چھاپہ مارا اور ایک عورت گرفتار کر لی۔ ضرار جو دستہ کے امیر تھے وہ مسلمانوں سے اجازت لیکر عورت کو اپنے تصرف میں لے آئے۔ لیکن بعد میں ان کو ندامت ہوئی اور انہوں نے حضرت خالد سے درخواست کی کہ وہ اس واقعہ کی اطلاع حضرت عمر کو کر دیں اور اس کے لئے بارگاہِ خلافت سے باقاعدہ منظوری لے لیں حضرت خالد کے نزدیک چونکہ اسکی ضرورت نہیں تھی اس لئے انہوں نے ضرار سے کہا کہ اسکی ضرورت

---

[۱] دیکھو فوات الوفیات ج ۲ صفحہ از ۶۲۵ تا صفحہ ۶۲۸

نہیں ہے لیکن وہ نہ مانے۔ آخر حضرت خالد نے فاروق اعظم کو اس کی اطلاع دی تو آپ کو سخت غصہ آیا اور فوراً حضرت خالد کو حکم بھیجا کہ ضرار کو سنگسار کر دیا جائے۔ اتفاق یہ ہوا کہ حکم پہنچنے سے پہلے ہی ضرار کا انتقال ہو گیا۔ اب حضرت خالد کو یہ حکم ملا تو انہوں نے فرمایا "اللہ ضرار کو رسوا کرنا نہیں چاہتا تھا"

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر اذن خلیفہ کے بغیر مال غنیمت میں تصرف کو ناجائز اور حرام سمجھتے تھے اور اسی بنا پر انہوں نے ام تمیم کیساتھ تسری کو حرام سمجھ کر حضرت خالد کو مستحق رجم قرار دیا لیکن اس کے برخلاف حضرت خالد مسلمانوں کی باہمی رضامندی کے بعد مالِ غنیمت میں تصرف کو جائز قرار دیتے تھے۔ پھر یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت خالد نے در پردہ حضرت ابوبکر سے اس طرح کے تصرفات کیلئے اجازت لے رکھی ہو اور اسی بنا پر حضرت ابوبکر نے حضرت خالد کے خلاف اس معاملہ میں کوئی تادیبی کارروائی نہیں کی۔

چند ضمنی مباحث | تم پڑھ آئے ہو کہ جب ابو قتادہ انصاری نے مدینہ آکر حضرت خالد کی شکایت صدیق اکبر سے کی تو آپ سنکر غضب ناک ہو گئے اور انکی شکایت پر کوئی اعتنا نہیں کیا۔ آخر ابو قتادہ حضرت عمر کے پاس آئے اور پورا واقعہ کہہ سنایا۔ حضرت عمر فاروق سخت برہم ہوئے اور اسی وقت حضرت ابوبکر کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ "خالد کی تلوار میں فساد ہے آپ ان کو فوراً معزول کر دیجئے اور میدان جنگ سے واپس بلا لیجئے۔ اسکے علاوہ حضرت خالد کی شان میں کچھ اور سخت الفاظ بھی استعمال کئے۔ حضرت ابوبکر نے انکو ٹوکا اور فرمایا جس تلوار کو اللہ نے اپنے دشمنوں پر بے نیام کر دیا ہے میں اس کو نیام کے اندر واپس نہیں کر سکتا (اشارہ تھا حضرت خالد کے سیف اللہ ہونے کی طرف) لیکن حضرت عمر کا اصرار زیادہ بڑھا تو حضرت خالد کو مدینہ طلب کیا۔ خالد مدینہ پہونچکر مسجد نبوی میں سے گزر رہے تھے کہ وہاں فاروق اعظم نے انکو دیکھ کر سخت سست کہا لیکن انہوں نے پرواہ نہیں کی۔ وہ سیدھے صدیق اکبر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ گفتگو ہوئی اور اس کے بعد حضرت ابوبکر نے متمم بن نویرہ کو اس کے بھائی کا خون بہا بیت المال سے ادا کیا اور خالد بن ولید کو بطاح واپس کر دیا۔ یہ پڑھنے کے بعد قدرتی طور پر درج ذیل سوالات پیدا ہوتے ہیں

(۱) اگر حضرت خالد خلیفۂ رسول کی رائے میں بے گناہ تھے تو انہوں نے خون بہا کیوں ادا کیا

(۲) حضرت ابوبکر اور حضرت عمر میں اسقدر شدید اختلاف کی وجہ کیا ہے۔

اب ہم ہر ایک سوال کا جواب الگ الگ بالترتیب لکھتے ہیں۔

حضرت ابوبکر کا دیت ادا کرنا اگرچہ حضرت خالد سے گفتگو کے بعد اور دوسرے ذرائع سے بھی واقعہ کی اصل نوعیت حضرت ابوبکر پر روشن ہو گئی تھی لیکن اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ حضرت خالد نے عجلت پسندی اور بے احتیاطی سے کام لیا تھا اگر وہ مالک بن نویرہ کو قتل کرنے کی بجائے مدینہ بھیجدیتے تو جب وہ دیکھتا کہ سب ہی نامور ان وزعمائے قبائل مسلمان ہوتے جارہے ہیں تو ممکن ہے وہ بھی مسلمان ہو جاتا۔ اسکے علاوہ ام تمیم سے نکاح کیسا ہی جائز سہی۔ بے احتیاطی کا عمل ضرور تھا۔ ان دونوں باتوں کی وجہ سے اول تو خود حضرت ابوبکر کو ناگواری تھی ہی[^1] پھر متمم بن نویرہ کی تالیفِ قلب اور حضرت عمر فاروق کی تسکین خاطر بھی ضروری تھی، ان مصالح کے پیش نظر آپنے متمم کو دیت بیت المال سے ادا کی۔ آپ کا یہ عمل محض بربنائے مصلحت و سیاست تھا۔ اسلئے نہیں تھا کہ آپکی رائے میں بھی حضرت خالد ایک مسلمان کے قتل خطا کے مرتکب ہوئے تھے۔ چنانچہ جیسا آگے آئیگا عراق کی فتوحات کے سلسلہ میں مصیخ نامی ایک مقام پر حضرت خالد نے عبد العزیٰ جسکا نام بعد میں عبد اللہ ہو گیا تھا اور لبید بن جریر ان دونوں کو جو دشمن کے کیمپ میں تھے قتل کر دیا تھا لیکن بعد میں پتہ چلا کہ یہ دونوں مسلمان تھے اور اس بارہ میں انکے پاس حضرت ابوبکر کی ایک تحریر بھی تھی حضرت ابوبکر کو اسکی اطلاع ہوئی تو آپنے انکی دیت ادا کی لیکن ساتھ ہی حضرت خالد کیطرف سے معذرت کرتے ہوئے فرمایا کہ یوں ادا کرنے کو تو میں ادا کر دیتا ہوں لیکن دراصل یہ دیت مجھ پر واجب نہیں تھی کیونکہ یہ دونوں مقتول اہل حرب کے ہاں مقیم اور انکے مہمان تھے اور حقیقت یہ ہے کہ اور معاملات کی طرح اس ایک معاملہ میں بھی خلیفۂ رسول نے بعینہٖ وہی

[^1]: حافظ ابن حجر نے زبیر بن بکار کی روایت سے نقل کیا ہے کہ جب خالد کے پاس اموال غنیمت آتے تھے تو وہ انکو اربابِ غنائم میں تقسیم کر دیتے تھے اور ان کا حساب حضرت ابوبکر تک نہیں پہنچاتے تھے وہ بعض اوقات ایسے اقدامات بھی کر جاتے تھے جن کو حضرت ابوبکر اچھا نہیں سمجھتے تھے چنانچہ مالک نویرہ کا قتل اور اسکی بیوہ کے ساتھ نکاح حضرت ابوبکر نے ان دونوں باتوں کو مکروہ سمجھا۔ الاصابہ ج ۱ ص ۴۱۴
تذکرہ خالد بن ولید (طبری ج ۴ ص ۵۱۱)

(۲) حضرت ابوبکر اور حضرت عمر میں اسقدر شدید اختلاف کی وجہ کیا ہے۔

اب ہم ہر ایک سوال کا جواب الگ الگ بالترتیب لکھتے ہیں۔

حضرت ابوبکر کا دیت ادا کرنا

اگرچہ حضرت خالد سے گفتگو کے بعد اور دوسرے ذرائع سے بھی واقعہ کی اصل نوعیت حضرت ابوبکر پر روشن ہو گئی تھی لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت خالد نے عجلت پسندی اور بے احتیاطی سے کام لیا تھا اگر وہ مالک بن نویرہ کو قتل کرنے کی بجائے مدینہ بھیجدیتے تو جب وہ دیکھتا کہ سب ہی نواح ان وزعمائے قبائل مسلمان ہوتے جا رہے ہیں تو ممکن ہے وہ بھی مسلمان ہو جاتا اسکے علاوہ ام تمیم سے نکاح کیسا ہی جائز سہی۔ بے احتیاطی کا عمل ضرور تھا۔ ان دونوں باتوں بھی وجہ سے اول تو خود حضرت ابوبکر کو ناگوار تھی ہی[1] پھر متمم بن نویرہ کی تالیف قلب اور حضرت عمر فاروق کی تسکین خاطر بھی ضروری تھی، ان مصالح کے پیش نظر آپنے متمم کو دیت بیت المال سے ادا کی۔ آپ کا یہ عمل محض بربنائے مصلحت و سیاست تھا۔ اسلیے نہیں تھا کہ آپکی رائے میں بھی حضرت خالد ایک مسلمان کے قتل خطا کے مرتکب ہوئے تھے۔ چنانچہ جیسا آگے آئیگا عراق کی فتوحات کے سلسلہ میں مصیخ نامی ایک مقام پر حضرت خالد نے عبد العزیٰ جسکا نام بعد میں عبد اللہ ہو گیا تھا اور لبید بن جریر ان دونوں کو جو دشمن کے کیمپ میں تھے قتل کر دیا تھا لیکن بعد میں پتہ چلا کہ یہ دونوں مسلمان تھے اور اس بارہ میں انکے پاس حضرت ابوبکر کی ایک تحریر بھی تھی حضرت ابوبکر کو اسکی اطلاع ہوئی تو آپنے انکی دیت ادا کی لیکن ساتھ ہی حضرت خالد کیطرف سے معذرت کرتے ہوئے فرمایا کہ یوں ادا کرنے کو تو میں ادا کر دیتا ہے لیکن دراصل یہ دیت مجھ پر واجب نہیں تھی کیونکہ یہ دونوں مقتول اہل حرب کے ہاں مقیم اور انکے مہمان تھے اور حقیقت یہ ہے کہ اور معاملات کی طرح اس ایک معاملہ میں بھی خلیفۂ رسول نے بعینہٖ وہی

---

[1] حافظ ابن حجر نے زبیر بن بکار کی روایت سے نقل کیا ہے کہ جب خالد کے پاس اموال غنیمت آتے تھے تو وہ انکو اربابِ غنائم میں تقسیم کر دیتے تھے اور ان کا حساب حضرت ابوبکر تک نہیں پہنچاتے تھے وہ بعض اوقات ایسے اقدامات بھی کر جاتے تھے جن کو حضرت ابوبکر اچھا نہیں سمجھتے تھے چنانچہ مالک نویرہ کا قتل اور اسکی بیوہ کے ساتھ نکاح حضرت ابوبکر نے ان دونوں باتوں کو مکروہ سمجھا۔ الاصابہ ج ۱ ص ۴۱۴
تذکرہ خالد بحوالہ لیوگہ (طبری ج ۲ ص ۵۸۱)

کیا جو اسی قسم کے ایک واقعہ میں جبکہ حضرت خالد کے ہاتھوں بنو جذیمہ کے لوگوں کا قتل عمل میں آیا، رسول اللہ صلعم نے کیا تھا۔ آپ نے اس واقعہ کو سنکر ایک طرف تو دونوں ہاتھ اٹھا کر دو مرتبہ فرمایا۔

اللّٰھم انی ابرء الیک مما صنع خالد [1] — اے اللہ جو کچھ خالد نے کیا ہے میں تیری جناب میں اس سے برأت کا اظہار کرتا ہوں۔

اور دوسری جانب حضرت علیؓ کو مقتولین بنی جذیمہ میں سے ہر ایک کی نصف دیت (خون بہا) ادا کی۔ حضرت شیخنا الاستاذ مولانا سید محمد انور شاہ الکشمیری فرماتے ہیں کہ میری رائے میں یہ خون بہا محض مصالحت کی غرض سے ادا کیا گیا تھا۔ کیوں کہ مقتولین کے ورثہ نے کوئی مطالبہ نہیں کیا تھا لیکن رحمتِ عالم نے پسند نہیں کیا کہ ان کا خون رائگاں جائے [2] لیکن بایں ہمہ آں حضرت صلعم نے حضرت خالد کو معزول نہیں کیا۔ اور اس واقعہ کے بعد بھی آنحضرت صلعم کی زندگی میں وہ برابر فوجی امارت کے عہدہ پر سرفراز رہے۔

شیخین کا اختلاف | اب صرف ایک بات باقی رہتی ہے اور وہ یہ کہ آخر حضرت ابوبکر حضرت عمر میں اس درجہ شدید اختلاف کی وجہ کیا تھی؟

ایک وہ شخص جس کی نظر عہدِ نبوت اور اس کے بعد کی تاریخ پر ہے جانتا ہے کہ خلیفہ اول و دوم کا یہ اختلاف پہلی مرتبہ نہیں تھا۔ عہدِ نبوت میں بھی دونوں میں متعدد بار مختلف معاملات و مسائل میں اختلاف ہوا۔ اور اس کے بعد جیش اسامہ کی روانگی کے وقت اور مانعین زکوٰۃ سے جہاد کرنے کے بارے میں بھی اختلاف ہوا تھا۔ لیکن جب کبھی اختلاف ہوا فاروقِ اعظم کو آخر میں اقرار کرنا پڑا کہ حضرت ابوبکر کی جو رائے تھی وہ صواب تھی چنانچہ اس موقع پر بھی ایسا ہی ہوا۔ حضرت عمرؓ نے بعد میں فرمایا۔

رحم اللہ ابابکر ھو کان اعلم منی بالرجال — اللہ تعالیٰ ابوبکر پر رحم فرمائے وہ مجھ سے زیادہ مردم شناس واقع ہوئے تھے۔

---

[1] صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۲۲ باب بعث النبی صلعم خالد بن ولید الی بنی جذیمۃ

[2] فیض الباری علی صحیح البخاری ج ۴ ص ۱۱۷

حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں ایک مرتبہ متمم بن نویرہ نے حاضر ہو کر حضرت خالدؓ سے قصاص کا مطالبہ کیا تو آپ نے فرمایا۔

لا اردشیئاً صنعه ابوبکر [1] ابوبکرؓ جو کر گئے ہیں میں اس کو رد نہیں کروں گا۔

اصل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ جن کی شان میں فرمایا گیا تھا "اشدهم فی امر الله عمر" انہوں نے ابو قتادہ انصاری سے مالک بن نویرہ کا واقعہ سنا تو چونکہ بنو جذیمہ کیساتھ بھی اس قسم کا واقعہ پیش آچکا تھا اس بنا پر ان کو سخت غصہ آیا۔ کیونکہ بحکم حسنات الابرار سیات المقربین وہ ایک صحابی سے اسطرح کے فعل کا صدور اور وہ بھی مکرر بہت مستبعد جانتے تھے، انکے برخلاف حضرت ابوبکرؓ کا معاملہ یہ تھا کہ ہر بات میں اسوۂ رسولؐ کا اتباع انکی فطرت اور طبیعت بن گئی تھی۔ وہ انسانی فطرت کی کمزوریوں سے بھی اچھی طرح واقف تھے اور دوسری طرف سیاست اور فوجی تدابیر کا جو مقتضا تھا اس سے بھی پورے طور پر آگاہ تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کی رائے میں اگر حضرت خالدؓ سے کسی غلطی کا ارتکاب ہوا بھی تھا تو بہرحال وہ اتنی بڑی غلطی ہرگز نہیں تھی جس کی پاداش میں حضرت خالدؓ ایسے مدبر سپہ سالار اور بہادر جرنیل کی قیادت سے لشکر کو محروم کر کے اسلامی محاذِ جنگ کو خطرہ میں ڈالتے۔ بارگاہِ خلافت کی طلب پر حضرت خالدؓ کا مدینہ چلا آنا اور خلیفۂ رسولؐ کے روبرو معذرت خواہ ہونا بھی حضرت خالدؓ کے جرم فروگزاشت کی تلافی کیلئے کافی تھا آج کی مہذب دنیا میں کیا ہوتا ہے؟ کسی ذمہ دار شخصیت سے بڑے سے بڑا جرم سرزد ہوجاتا ہے لیکن صرف ایک لفظ "افسوس" (REGRET) کہہ دینا ہی اسکی مکافات کر دیتا ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ کے مزاج میں اصلاً تو شدت تھی ہی۔ پھر اس وقت تک حکومت کی براہ راست ذمہ داری کا بوجھ بھی ان کے کاندھوں پر نہیں پڑا تھا۔ لیکن جیسا کہ حضرت ابوبکرؓ نے وفات کے وقت اپنی جانشینی کیلئے فاروق اعظمؓ کے نام کی سفارش کرتے ہوئے پیشگوئی کی تھی۔ جب خود حضرت عمرؓ کو حکومت و خلافت کے بارِ گراں کا متحمل ہونا پڑا تو ان کے تشدد میں خود بخود اعتدال کا رنگ پیدا ہو گیا۔

---

[1] خزانۃ الادب ج ۱ ص ۲۳۸